بسم اللہ الرحمن الرحیم

کام کو سیرت پر لانے کی حقیقت
اور مولانا محمد سعد صاحب کا وضع کردہ ایک قاعدے کا تجزیہ

الحمد لله، وسلام على عباده الذين اصطفى، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لاشريك له، وأشهد أن محمدا عبده ورسوله، أما بعد!

پس منظر

گذشتہ ربیع الآخر ۱۴۴۰ھ کے اواخر میں محترمی ومکرمی حضرت مولانا حمایت الدین صاحب نے اس فقیر کو اپنے ساتھ زیارت حرمین کے لئے حجاز لے گئے، جزاہ اللہ تعالی عنی خیر الجزاء۔ جمادی الاولی کے اوائل میں مدینہ منورہ حاضری ہوئی، تو جس رات کو واپسی تھی اسی رات کو مسجد نبوی سے متصل دار طیبہ کے چودھویں منزل میں بعض احباب نے شیخ عبد الفتاح ابو غدۃ اور حضرت نعمانی کی نسبت کی وجہ سے الاوائل السنبلیہ کی (جزوی) قراءت واجازت کے لئے ایک مجلس رکھ لی، مجلس کے آخر میں بعض ساتھیوں نے دیگر سوالات کے ساتھ یہ سوال بھی پیش کیا کہ حضرت مولانا سعد صاحب حفظہ اللہ تعالی کی طرف سے جو یہ دعوی کیا جارہا ہے کہ وہ کام کو سیرت پر لانا چاہتے ہیں اس کی حقیقت کیا ہے، اور ان کا اصل شذوذ کیا ہے؟

حالات کے لحاظ سے بندہ کو مناسب معلوم ہوا کہ اس سوال کا ذرا مفصل جواب دیا جائے، چنانچہ بعد عشاء اللہ تعالی کے فضل وکرم سے صرف اسی سوال کے جواب پر گفتگو ہوئی، مجھے اندازہ نہیں تھا کہ اس بیان کی اتنی عام پذیرائی ہوگی، فاللهم ما أمسى بي من نعمة أو بأحد من خلقك فمنك وحدك لاشريك لك، فلك الحمد ولك الشكر.

عجیب بات یہ ہے کہ ہندوستان سے ایک اللہ کے بندے نے جن کا مجھے نام بھی معلوم نہیں اسے کاغذ میں منتقل کرکے اپنے کسی استاذ کے واسطے سے میرے پاس بھیج دیا کہ اس پر نظر ثانی کردی جائے۔

لکھی ہوئی حالت میں اسے پڑھنے کے بعد بندہ کو محسوس ہوا کہ اس کا تحریری شکل میں محفوظ ہوجانا ان شاء اللہ تعالی فائدہ سے خالی نہیں ہوگا، چنانچہ بندہ نے اسے دوبارہ پڑھا اور حذف واضافہ اور تصحیح

وترمیم کے بعد اس کی تبییض کرلی، جو حاضر خدمت ہے، اللہ تعالی اسے قبول فرمائے اور اس سے اپنے بندوں کو فائدہ پہنچائے، آمین یارب العالمین۔

هذا، وصلى الله تعالى وبارك وسلم على سيدنا ومولانا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين، والحمد لله رب العالمين.

عرضگذار

بندہ محمد عبد المالک غفرلہ

یکے از خدام مرکز الدعوۃ الاسلامیہ ڈھاکہ

شب سہ شنبہ

۳۰ / جمادی الاولی ۱۴۴۰ھ

دار التصنیف مرکز الدعوۃ

آجکل دعوت و تبلیغ کے بارے میں جو عالمی انتشار ہو رہا ہے۔ ایک صاحب نے ابھی سوال کیا ہے کہ یہ غیبت ہے کہ نہیں؟ اگر کسی کے شذوذ پر تبصرہ کیا جائے تو یہ غیبت میں داخل ہو گا کہ نہیں؟

یہ تو واضح ہے کہ کوئی آدمی شذوذ اختیار کرے ، دینی امور میں شذوذ اختیار کرے، دینی امور میں احداث اور اختراع کا راستہ اختیار کرے، حالانکہ وہ دینی جماعت کا دینی ذمہ دار ہے، دینی جماعت کا انتظامی ذمہ دار نہیں، بلکہ دینی ذمہ دار ہے، دینی جماعت کا انتظامی ذمہ دار مثلا بیرونی مہمانوں کے یہاں کسی کو مہمانداری کے لئے دے دیا، تو انتظامی کام کسی کو سپرد کیا گیا، وہ الگ چیز ہے۔ لیکن دینی جماعت کا دینی ذمہ دار جو واپسی کا بیان، ہدایت کا بیان، تعلیم اور دینی امور میں رہبری کریں گے، رہنمائی کریں گے، اس دینی جماعت کے طریق کار تیار کرنے والے ہوں گے، ایسا ذمہ دار اگر اہل سنت والجماعت سے شذوذ اختیار کرے ، اور اس پر سارے لوگ خاموش رہے کہ اگر بات کروگے تو انتشار پیدا ہو گا، اس لئے سب خاموش رہو! سبحان اللہ العظیم!

شریعت میں اس طرح کی خاموشی کی اجازت نہیں ہے اور یہاں شذوذ کو شذوذ کہنا، منکر کو منکر کہنا علمائے کرام پر فرض ہے۔ اگر وہ یہ فریضہ اصول اور آداب کے رعایت کر کے کرتے ہیں تو اس کا نام غیبت دینا یہ بھی تحریف ہے، یہ نصیحت ہے، غیبت الگ چیز ہے، نصیحت الگ چیز ہے، النصیحة لله ولرسوله ولكتابه وللمؤمنين میں یہ بات شامل ہے کہ کوئی آدمی دین کے عنوان سے منکرات کرے، کوئی آدمی دین کے عنوان سے شذوذ اختیار کرے، تو اس شذوذ کا شذوذ ہونا اس منکر کا منکر ہونا بیان کر دے دلائل کے ساتھ، یہ نصیحت کا حصہ ہے۔ تو پورے عالم میں جہاں تک مجھے معلوم ہے اہل حق علمائے کرام کم وبیش یہ ذمہ داری ادا کر رہے ہیں۔

اب یہ سوال ہوتا ہے کہ بھائی! آج کل نظام الدین میں جو اس کام کا ذمہ دار بنے ہوئے ہیں وہ مسجد نظام الدین کے منبر و محراب سے، اور اس کے علاوہ عام اجتماعات یا جوڑوں میں جو بیانات کر رہے ہیں، ان کی گفتار اور ان کی کردار میں کیا کیا شذوذ ہے، کیا کیا منکرات ہیں؟ یہ ایک سوال ہے، اہم سوال، اور علمی سوال ہے، اس پر علماء کو دلائل کے ساتھ سنجیدگی کے ساتھ بات کرنا ضروری ہے، کوئی اشتعال انگیز بات نہ کرے، خلاف دلیل بات نہ کرے، الزام تراشی نہ کرے، بلکہ دلائل کی روشنی میں سنجیدگی کے ساتھ اس پر بحث کرنا اہل علم کا فریضہ ہے، اس میں افراط بھی نہ چاہئے، تفریط بھی نہ چاہئے۔

بھائی! کہوگے کہ تنبیہ کروگے تو انتشار ہو گا، اس لئے خاموش رہو! اگر سب خاموش رہے تو حق اور باطل میں خلط لازم آئیگی۔ تخلیط ہو جائیگی۔ یہ جائز نہیں ہے۔

اور شریعت میں وہ الفت، اور وہ اتفاق مطلوب ہی نہیں ہے، جس میں حق اور باطل کا امتیاز ختم ہو جاتا ہے، حق اور باطل کا امتیاز ضروری ہے، منکر اور معروف کا ایک ہو جانا یا مخلوط ہو جانا یہ شریعت میں ہر گز جائز نہیں ہے۔

تو اسی مناسبت سے علمائے کرام بات کر رہے ہیں، تو حضرت مولانا سعد صاحب حفظہ اللہ تعالی ورعاہ ،وہداہ اللہ تعالی الی الطریق المستقیم، ان کا جو شذوذ اور فکری بے راہ روی، ان چیزوں میں خطرناک چیزیں تو بہت ہیں، مثلا ایک ہے غیبی باتیں بنانا، غیبی باتیں کرکے بدعتیوں کے لئے راستہ کھولنا یہ خطرناک فتنہ ہے۔

ایک ہے احداث، نئے نئے اصول بنارہے ہیں، نئے نئے مسائل گھڑے جارہے ہیں، بعض وہ گھڑتے ہیں، بعض ان کے لئے دوسرے لوگ گھڑتے ہیں، اور ان کی طرف سے کوئی نکیر نہیں پائی جاتی۔

اب آدمی نئے احکام بنائے، یا اصول بنائے ہر صورت میں ان کو دلائل میں ضرور تحریف کرنا پڑیگا، اور وہی تحریفات چل رہی ہیں، جو آدمی کوئی شاذ رائے اختیار کریگا، شاذ کی تائید میں صحیح بات کہاں ملیگی ان کو؟ شاذ کی تائید کرنے کے لئے جو لوگ بھی اٹھے، ان کو شذوذ ہی اختیار کرنا پڑا، ہو بہو سید ابو الاعلی مودودی پر علمائے کرام کے جو اعتراضات تھے، ان اعتراضات کو دفع کرنے کے لئے سید ابو الاعلی مودودی کے ہم نوالوگوں نے، ان کے حامیوں نے جو طریقہ اختیار کیا تھا، وہی طریقہ آج کل اختیار کیا جارہاہے مولانا سعد صاحب کی غلط باتوں کی تاویل کرنے کے لئے۔ شاذ کی تائید شاذ سے، منکر کی تائید منکر سے، شاذ کی تائید زلات سے، یہ سلسلہ چل پڑاہے! یہ بہت بڑی مصیبت ہے!

بات صرف یہ نہیں کہ وہ تبلیغ میں سابق تینوں اکابر کی زمانے میں جو ترتیب تھی، انھوں نے اس ترتیب میں کوئی فرق لانا چاہا، بات اگر صرف اتنی ہوتی پھر معاملہ اتنا سخت نہیں تھا کیونکہ ترتیب ایک چیز ہے اور اصول دوسری چیز ہے، ترتیب میں فرق مشورہ سے ہوسکتاہے، مشورہ سے، یہ نہیں کہ زور زبردستی سے، خود اپنی رائے سے، ایسا نہیں، ترتیب میں مشورہ سے فرق ہوسکتا ہے، کیونکہ ترتیب قابل تغیر ہے، ترتیب کا معنی کیا پتہ ہے؟ مثلا ظہر کا وقت زوال سے لے کر عصر تک لمبا وقت ہے، لیکن ہماری اس مسجد میں نماز ایک بجے ہوگی یا پونے ایک بجے، ایک بجے ہوگی یا سواایک بجے، مشورہ کرلو، مشورہ کرکے طے کرلو، بھائی اس موسم میں ایک بجے، فلاں موسم میں سوا ایک بجے، اور فلاں موسم میں ڈیڑھ بجے! لیکن خود اکیلا کرے گا کہ اہل مشورہ اور مصلیوں کو پتہ ہی نہیں وقت بدل دیا، جائز ہے یہ؟ آپ کو مشورہ کرکے طے کرنا پڑے گا، الا یہ کہ اہل مشورہ نے کسی ایک فرد کو یہ طئے کرنے کی ذمہ داری سونپ دی ہو کہ وہی موسم اور حالات کے لحاظ سے طئے کردیا کرے تو الگ بات ہے، بہت سے مساجد میں ڈیڑھ بجے ہوتی ہے، ہمارے یہاں سواایک بجے ہوگی، کوئی حرج نہیں، مشورہ کرکے اگر سواایک طے ہوا تو ٹھیک ہے، اس کا نام ہے ترتیب۔

ترتیب میں فرق، یہ مشورہ سے ہوسکتاہے، پہلے ایک طریقہ تھا، اب دوسرا طریقہ ہوسکتاہے مشورے سے۔ مشورے کی قید کیوں؟ مشورے کی قید بہت وجوہ سے، ایک وجہ یہ ہے کہ جس ترتیب میں فائدہ نظر آرہاہے اس ترتیب کو خواہ مخواہ بدل دینا یہ شریعت کا مزاج نہیں، یہ شریعت کو پسند نہیں ہے، جب وہ ترتیب بھی مباح ہے اور یہ مجوزہ ترتیب بھی مباح ہی ہے تو سابق ترتیب کو کیوں بدلوگے، وہ تو مجرب ترتیب ہے، اس میں برکت نظر آرہی ہے، فائدہ نظر آرہاہے، اسے کیوں بدل دوگے خواہ

مخواہ؟ مشورہ سے اگر ہو تو حقیقت حال سامنے آئے گی کہ واقعۃ اب فائدہ ان شاء اللہ نئی ترتیب ہی میں ہوگا، کیونکہ حالات اور ظروف کی لحاظ سے وہ ترتیب اس وقت مناسب تھی، اب دوسری ترتیب مناسب ہے۔ مشورہ سے حالات سامنے آئیں گے، پھر نئی ترتیب نفسانی خواہشات کی بنیاد پر یا سوچ سمجھے بغیر یوں ہی نہیں ہوگی بلکہ کوئی صالح ترتیب ہوگی، اسی لئے مشورہ کی قید ہے۔ مشورہ سے بدل سکتا ہے، کیونکہ یہ قابل تغیر ہے، لیکن اصول اور منہج جو ہے وہ کیسے بدل دے؟ مولانا سعد صاحب نے صرف ترتیب پر ہاتھ نہیں رکھی، صرف ترتیب پر نہیں، وہ اصول بدلنے لگے، اعلان کر کے ہو یا عملی طور پر ہو، وہ اصول بدل رہے ہیں، اور ترتیب بھی بدل رہے ہیں قابل ذکر مشورہ کے بغیر، ارے بھائی! اصول کیوں بدل رہے ہو؟ کس بنیاد پر اصول بدل رہے ہو؟ نئے نئے اصول گھڑ رہے ہیں۔

اب یہ ایسے اصول بنا رہے ہیں جو قواعد شریعت، مزاج شریعت کے خلاف ہے، مثلا ایک قاعدہ کیا بنایا ملاحظہ فرمائیں، مولانا سعد صاحب زید مجدہم نے فرمایا: ایک ہے انتظام، ایک ہے کام، مشورہ ہوتا ہے انتظام میں، کام؟ کام تو سیرت کا تابع ہے، اور کام والے؟ کام والے کام کے تابع ہیں۔

یہ قاعدہ نیا ہے، پرانا نہیں، بالکل بدعتی اور مُحْدَث قاعدہ ہے۔ یہ قاعدہ من أحدث في أمرناهذا ما ليس منه فهو رد میں شامل ہے۔ اس قاعدے کے دونوں حصے قابل اعتراض ہیں، انہوں نے کہا، ایک ہے انتظام، ایک ہے کام، مشورہ ہوتا ہے انتظام میں، کام؟ کام تو سیرت کا تابع ہے۔ یعنی کام میں کوئی مشورہ نہیں، کسی اور مجلس میں انہوں نے کہا: کام تو منصوص ہے[(۱)]۔ کام سے مراد اعمال دعوت۔ تو اعمال دعوت میں مشورہ نہیں ہے۔ یہ سیرت کا تابع ہے۔ مشورہ ہوتا ہے انتظام میں۔ حالانکہ شرعی امور میں اعمال دعوت میں مشورہ یہ بھی شریعت کا حکم ہے۔ سیرت ہی کا یہ فیصلہ ہے کہ اعمال دعوت میں مشورہ ہوتا ہے، شرعی امور میں مشورہ ہوتا ہے، حدیث کی کتابوں میں کتنے مسائل ہیں جن میں خلفائے راشدین نے اکابر صحابہ کو جمع کیا ہے، بدری صحابیوں کو! باری باری مشورہ کرتے کہ فلاں حضرات آجائیں، پھر بلایا کہ فلاں حضرات آجائیں! حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ دینی امور میں، دینی مسائل میں کتنے اہتمام سے مشورہ کیا کرتے تھے۔

تو اعمال دعوت، شرعی امور، دینی مسائل میں خلفائے راشدین کے دور میں، صحابۂ کرام کی دور میں، تابعین کی دور میں مشورہ ہوتا رہا۔ امام ابو حنیفہ نے فقہ کی تدوین کی، مسائل کا استخراج کیا، اس کے لئے ان کے یہاں مجلس شوری تھی، اور یہ کہہ رہے ہیں کہ صرف انتظامی امور میں مشورہ ہے، شرعی امور اور اعمال دعوت میں مشورہ نہیں۔ یہ نیا مسئلہ بنایا گیا، نیا قاعدہ گھڑا گیا۔ بلا دلیل گھڑا گیا، صرف یہ نہیں کہ بلا دلیل ہے، بلکہ مخالف دلیل ہے، تعامل خلفائے راشدین و توارث اکابر سلف کے علاوہ یہ تو حدیث شریف میں منصوص بھی ہے، علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے: قلت يا رسول الله إن نزل بنا أمر ليس

---

(۱) مروجہ تبلیغی نظام کو من وعن منصوص کہنا خلاف واقعہ ہے اور احداث فی الدین میں شامل ہے، اور مولانا سعد صاحب کے تجدید کردہ نظام کو منصوص کہنا تو اور خطرناک بدعت ہے۔

فيه بيان أمر ولا نهي فما تأمرنا؟ فقال صلى الله عليه وسلم: تشاورون الفقهاء والعابدين، ولا تمضوا فيه رأي خاصة» رواه الطبراني في المعجم الأوسط» (١٦٤١) قال الهيثمي في «مجمع الزوائد» ١ : ١٧٨ : «رجاله موثقون من أهل الصحيح»، وصححه السيوطي في «مفتاح الجنة» ص ٤٠ ، اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ جس میں بھی نص صریح نہیں وہ محتاج مشورہ ہے، اس نوع کے شرعی اور علمی باتوں میں صالح اہل فقہ سے مشورہ کرنا ہو گا، اور محض انتظامی معاملہ میں صالح تجربہ کاروں سے مشورہ کرنا وہ تو وامر ہم شوری بینہم کے عموم میں داخل ہے۔

اچھا! یہ تو فرمایا مولانا سعد صاحب نے، آگے کیا فرمایا؟ کہ کام؟ کام تو سیرت کا تابع ہے، اور کام والے کام کے تابع ہیں۔

بے شک ، اعمال دعوت ضرور سیرت کے تابع ہیں، سو مرتبہ، سو فی صد سیرت کے تابع ہیں ، لیکن آپ کہنا کیا چاہتے ہیں ؟ آپ نے تو اس کو مشورہ کے مقابلہ میں رکھا ہے، یعنی آپ کہنا چاہتے ہیں کہ ان میں کوئی مشورہ نہیں ہے ؟ حالانکہ جب یہ سیرت کے تابع ہیں، اس میں تو مشورہ اور زیادہ ضروری ہے۔ کیونکہ اعمال دعوت کا حل، دعوت سے متعلق جو نوازل و حوادث آتے رہیں گے ان کا حل تو سیرت سے لیں گے۔ اعمال دعوت کے اصول و ضوابط اور آداب سیرت سے لیں گے۔ سوال یہ ہے کہ سیرت سے ان چیزوں کا حل کون لے گا؟ آپ تو اس دور کے لوگوں کو بتا رہے ہیں، آپ اپنے عملہ کو بتا رہے ہیں یہ بات۔ آج کے طلبہ اور عام عالموں کو کہہ رہے ہیں۔ کیا یہ مجتہدین ہیں ؟! بھائی حدیث تو عمل ہی کے لئے ہے، حدیث تو فقہ کا مأخذ ہی ہے، لیکن حدیث سے فقہ حاصل کرنے کے لئے کیا ہر آدمی کتب حدیث کھول کر اجتہاد کرنا شروع کر دے گا؟ کوئی بھی حدیث سے مسائل استنباط کر لے گا؟ فقہ حدیث کا تابع ہے، صحیح ہے یا غلط؟ صحیح! فقہ حدیث کا تابع ہے، سُنَّہ کا تابع ہے، اس کا مطلب کیا یہ ہے کہ اس میں کوئی مشورہ نہیں ؟ جو کوئی آدمی حدیث کے حوالہ سے کچھ کہہ دے گا وہ سب کے لئے لازم ہو جائے گا؟ اسی طرح اعمال دعوت سیرت کے تابع ہونے کا معنی ہرگز یہ نہیں کہ اس میں مشورہ نہیں ہے ؟ ایک دو آدمی جو فیصلہ کر دیگا سب کو اس پر عمل کرنا واجب ہے ؟ انھوں نے کہی ہے یہ بات، انکے تتمۂ کلام میں یہ بات ہے، ایک دو آدمی جو فیصلہ کر دیگا سبکو وہی ماننا پڑیگا!! (٢) ارے، ایک دو آدمی کہاں سے آیا؟ ایک دو آدمی کی ضرورت کیوں پڑی؟ سیرت سے کوئی بھی کچھ لے لے، آج کوئی سیرت سے کتاب الجہاد کے ابواب اٹھالے، اور کہہ دیگا، بھائی! نظام الدین کی منبر سے فوراً جہاد کا اعلان ہو جانا چاہیے مندیروں کے خلاف۔ آپ کیا کہیں گے ان سے ؟ آپ تو یہی کہیں گے، بھائی! دیکھو! ان احکام کی تطبیق کے شرائط ہے، اصول ہے، آداب ہے، انکی رعایت کرنا ضروری ہے، تو یہ کہاں سے کہیں گے ؟ وہ تو فقہائے کرام سے لیں گے نا؟ تو اعمال دعوت جب سیرت کے تابع ہیں تو روایات سیر ت سے اعمال دعوت کے مسائل حل کرنے کے لئے آپ کو دعاۃ امت کے فقیہ عالموں کی طرف رجوع کرنا

---

(٢) بریطانیہ کے اجتماع میں ان کے بیان مؤرخہ ---- میں یہ بات موجود ہے، اس بیان سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ مولانا سعد صاحب کے ذہن میں انتظامی امور اور شرعی امور کا فرق بھی واضح نہیں ہے۔

پڑے گا، فقہائے امت کی طرف رجوع کرنا پڑے گا، موجودہ جو فقہاء اور دعاۃ ہیں ان سے مشورہ کرنا پڑے گا! کیوں؟ کیونکہ سیرت سے آپ اعمال دعوت لیناچاہیں گے تو آپ کو کم از کم تین مراحل سے گذرنا پڑے گا، کم از کم تین کام کرنا پڑے گا:

ایک کام جمع روایات سیرت، کسی موضوع پر آپ سیرت کا اسوہ اور فیصلہ لینا چاہتے ہیں کہ سیرت کا کیا حکم ہے اس بارے میں، تو اس کے لئے سیرت کے روایات جمع کرنا پڑیگا، کیا سیرت کی سب کے سب روایات حیات الصحابہ میں ہے؟ مولانا یوسف رحمۃ اللہ کی بیانات میں ہے؟ ہرگز نہیں، سیرت کی کتاب کونسی ہے؟ سیرت کی نام پر جو کتابیں ہے صرف وہی ہے سیرت کی کتابیں؟ ساری کتب حدیث سیرت کی کتابیں نہیں ہیں؟ ضرور۔

ان کے علاوہ متقدمین کی جتنے تواریخ ہیں سب سیرت کی کتابیں ہیں، صدر اول کی تاریخ سب سیرت کی کتابیں ہیں، تو اب ایک موضوع پر سیرت میں کیا کیا مواد موجود ہیں وہ صرف حیاۃ الصحابہ پڑھنے سے، حیاۃ الصحابہ کی تعلیم کرنے سے معلوم ہو جائے گا کسی کو؟ بلکہ سیکڑوں کتابیں کی ضرورت ہوتی ہے ، یہ نہیں کہ سب روایات کا ایک آدمی کو معلوم ہوناضروری ہے، لیکن مشورہ کریں گے تو دوسرے حضرات سے بالواسطہ یابلاواسطہ معلوم ہو جائے گی، اہل فن کی طرف مراجعت کریں گے، معلوم ہو جائیں گے، لیکن آپ تو اصول بنا رہیں کہ کوئی مشورہ نہیں، سیرت سے ہم لیں گے، ارے! سیرت کا دائرہ کتنا بڑا ہے آپ کو پتہ ہے؟ سیرت کا دائرہ تو بہت وسیع ہے، پورے دائرے پر آپ کی نظر ہے؟ جب اہل فن کی طرف رجوع کریں گے، باخبر اور ذی علم لوگوں سے مشورہ کریں گے پھر پتہ چلے گا لیکن آپ تو مشورہ کا دروازہ ہی بند کر رہے ہیں کہ انتظام میں مشورہ ہے، اعمال دعوت میں کوئی مشورہ نہیں؟

تو پہلا کام جمع روایاتِ سیرت، جمع تعلیماتِ سیرت اور وہ اہل فن کی طرف رجوع کئے بغیر، اہل علم سے مشاورہ کئے بغیر ناقص رہے گا، غلط نتیجہ نکالے گا، سب روایات جمع ہو تو ایک نتیجہ نکلے گا، لیکن ایک موضوع پر دو تین روایتیں لی باقی چھوڑ دی، باقی کا پتہ نہیں چلا تو کچھ اور نتیجہ نکلے گا۔

دوسرا کام جو کرنا پڑے گا: جو روایات جمع ہوئیں ان کی تحقیق و تنقیح، ان سے قابل استدلال اور قابل عمل روایات کا انتخاب، صحیح، ضعیف، ضعیف جدا، منکر، مطروح، واھی، موضوع تعیین کرنا پڑے گا، کیونکہ سیرت کی کتابوں میں عموماً ہر قسم کی روایات موجود ہوتی ہیں، حیاۃ الصحابہ میں بھی منکر روایات ضعیف جدا روایات بکثرت موجود ہیں، حضرت نے نہیں فرمایا کہ میں نے اس کتاب میں صحت کی شرط کی ہے۔

تو آپ اگر سیرت کی روایات سے اصول لینا چاہتے ہو، اعمال دعوت لینا چاہتے ہو، آداب دعوت لینا چاہتے ہو تو پہلے تحقیق کرنا پڑے گا کہ یہ روایت صحیح ہے، حسن ہے یا کم از کم صالح للعمل تو ضرور ہے۔ روایت منکر ہو، مطروح ہو، واھی ہو، موضوع ہو، تو اس سے آپ ہدایت نہیں لے سکیں گے، کیونکہ ایسی روایت سیرت نبویہ کا حصہ نہیں ہے، جیسے کہا گیا تھا کہ زنات جنت میں پہلے چلے جائیں گے ان لوگوں سے جو قرآن پر ثمن لیتے ہیں، کہاں سے کہا؟ کہتے ہیں کہ یہ تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ہے! ارے،

عمر رضی اللہ عنہ کہاں فرمایا ہے، کیسے آپ کو پتہ چلا کہ انھوں نے ایسی بات فرمائی ہے؟ حیاۃ الصحابہ میں ایک روایت آئی ہے، ٹھیک ہے کھولو پہلے حیاۃ الصحابہ میں، وہاں کنز العمال سے نقل کی، کنز العمال میں الجامع لاخلاق الراوي وآداب السامع خطیب بغدادی سے نقل کی، اس کی مراجعت کرو، اس میں سند دیکھو متن دیکھو، اس میں ہے 'دناۃ'، 'زناۃ' نہیں، کیا ہے؟- دناۃ، اچھا کسی اور کتاب کے مطبوعہ نسخہ میں آپ نے زناۃ دیکھا حالاں کہ اس کا مخطوطہ اگر غور سے پڑھا جائے تو وہاں بھی دناۃ ہے

یہ تو ہے لفظ کی بات۔ لیکن سند میں 'معلی بن ھلال ہے، جو متہم بالکذب راوی ہے کذاب راوی ہے، اس کذاب راوی کے موجود ہوتے ہوئے اس کو عمر رضی اللہ عنہ کی طرف نسبت کرنا جائز ہے؟ ہر گز جائز نہیں- تو یہ منکر روایت موضوع روایت، اس کو آپ صحیح سمجھ کر علانیہ اسے بیان کر رہے ہیں اجتماعات میں، آپ تو سیرت سنا رہے ہیں لوگوں کو، حالانکہ یہ سیرت کا حصہ نہیں ہے- یہ موضوع ہے، متہم راوی کی روایت ہے- سیرت کا حصہ نہیں ہے- تو اگر روایت کی تمیز نہ ہو گی آدمی سیرت کے نام پر کذابین کی باتوں کو سنا دیگا- کذابین کی باتوں سے دعوت کے اصول وآداب اور احکام نکالتے رہینگے، اور کہتے رہینگے، بھائی! ہم تو کام کو سیرت کے نہج پر لانا چاہتے ہیں- سیرت کے نہج پر لانا چاہتے ہو تو پہلے روایات کی تمیز ہو، اصول جرح وتعدیل اور اصول تصحیح وتضعیف کی بنیاد پر- اور آپ جب صاحب فن نہیں ہیں، اگر آپ صاحب فن بھی ہوتے تو آپ کی اکیلی رائے پوری امت کے لئے حجت نہیں ہوتی، صاحب فن بھی تو دوسرے اہل علم سے مشورہ کر لیا کرتے ہیں، آپ جب صاحب فن نہیں ہیں تو آپ کو تو ضرور مشورہ کرنا پڑیگا، اہل فن کی طرف مراجعت کرنا پڑیگا۔ لیکن آپ نے تو راستہ بند کر دیا کہ ان امور میں مشورہ نہیں ہے، مشورہ ہوتا ہے صرف انتظام میں!

تیسرا کام جو کرنا پڑیگا، روایت صحیح ہے، قابل احتجاج ہے، قابل استدلال ہے، صحیح ہو، یا حسن ہو، یا ضعیف بالشرائط ہو، جو بھی ہو، جس سے آداب لینا ہے آداب لیں گے، جس سے احکام لینا ہے احکام لیں گے، جو جس معیار کی ہو، لیکن بات یہ ہے کہ اس روایت میں ہمارے مسئلے کا حل ہے کہ نہیں؟۔۔۔۔۔۔ ہمارے نازلہ اور حادثہ پر یہ روایت کیا روشنی ڈالتی ہے؟ اس کی روشنی میں یہاں کیا مسئلہ مستنبط ہوتا ہے؟ یہ تو فقہ السیرہ کا مسئلہ ہے۔ فقہ الحدیث کے لئے جیسا فقھاء کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے فقہ السیرۃ کے لئے بھی فقہاء امت، فقھاء دعاۃ، صلحاء امت کی طرف رجوع کرنا پڑیگا، ان سے مشورہ کرنا پڑیگا، آپ اگر کہیں گے کہ صرف انتظام میں مشورہوتا ہے کام یعنی اعمال دعوت میں کوئی مشورہ نہیں، اعمال دعوت سیرت کے تابع ہیں۔ تو سیرت سے اعمال دعوت کو لینے کے لئے کم از کم ان تین مراحل سے گذرنا پڑیگا۔ اور یہ تین مراحل ایسے ہیں جس میں اہل فن کی طرف رجوع کرنا، اہل علم سے مشورہ لینا ضروری ہے۔ اس کے بغیر اگر اکیلا آدمی کرے تو اکیلا اگر نااہل ہو تو خسارہ ہی خسارہ ہے۔ اور اگر وہ اہل بھی ہو تو یہ ان کی ایک ذاتی رائے ہو گی، ذاتی اجتھاد ہو گا۔ ذاتی اجتہاد کو براہ راست سیرت کا نام دے دوگے؟ 'فھم فلان فی السیرۃ' ایک چیز ہے اور اُسوۃ السیرۃ بعینہا دوسری چیز، ان دو چیزوں کے درمیان فرق ہے۔ امام طحاوی اور جصاص وغیرہ نے بار

ہا اس پر بحث کی ہے، امام طحاویؒ نے اس بارے میں شرح معانی الآثار (باب ما یلبس المحرم من الثیاب) میں نہایت ہی قیمتی بات ارشاد فرمائی، انھوں نے فرمایا: «وإنما وقع الخلاف بيننا وبينكم في التأويل لا في نفس الحديث، لأنا قد صرفنا الحديث إلى وجه يحتمله، فاعرفوا موضع خلاف التأويل من موضع خلاف الحديث، فإنهما مختلفان، ولا توجبوا على من خالف تأويلكم خلافا لذلك الحديث». (شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۴۷، ۲، شرکۃ القدس للنشر والتوزیع)

امام طحاوی کے اس ارشاد کا حاصل یہ ہے کہ ایک ہے حدیث کی سمجھ جو آپ نے کسی حدیث سے سمجھا، اور ایک ہے براہ راست نفس حدیث، دونوں میں فرق کرو! کوئی حدیث بالکل اگر نص صریح ہو تو ایک چیز ہے، وہ تو عین نصِّ رسول اللہ ہے۔ اور ایک حدیث ہے قابل تفسیر اور قابل تاویل، جس میں ایک سے زائد معنی کا احتمال ہے، جس وجہ سے استنباط میں بھی اختلاف ہو جائے گا، آپ نے ایک استنباط کو اختیار کیا، ایک معنی کو اختیار کیا، تو یہ آپ کا اجتہاد ہے (اگر آپ صاحب اجتہاد ہوں تو)، وہ اجتہاد بے شک حدیث پر مبنی ہے، لیکن عین حدیث نہیں۔ عین سیرت نہیں ہے۔ جو آدمی سیرت کی کسی روایت پر مبنی اپنے اجتہاد کو عین سیرت قرار دیتا ہے وہ غلو کرتا ہے۔ اجتہاد مبنی بر سیرت کا نام اجتہاد دینا چاہئے، یہ نہیں کہ اسے عین سیرت کہا جائے، مشورہ کرنے سے کم از کم اتنا فائدہ تو ہو گا کہ اس غلو سے بچ جائیں گے، سیرت سے ماخوذ اپنے خیال کو عین سیرت قرار دینے کے غلو سے ان شاء اللہ بچ جائیں گے، اگر آپ مشورہ نہ کریں گے اور کہیں گے کہ کام سیرت کا تابع ہے؛ اس کا معنی یہ ہے کہ سیرت کے جمع روایات کا کام بھی اپنا، جتنا آپ کو معلوم ہے اتنا، انتخاب بھی جتنا آپ کو معلوم ہے اتنا، اور فہم بھی جو آپ کی فہم ہے وہ۔ تو جو غلط ہے وہ بھی سیرت کی طرف منسوب ہے، اور جو ذاتی اجتہاد ہے اسے بھی عین سیرت کا نام دے دیا، کیا یہ انصاف ہے؟ ہر چیز کے مراتب درست ہونا چاہئے۔ تو اب دعوی کیا ہے؟ سیرت کا تابع ہے! لیکن اگر وہ اہل فن کی طرف رجوع نہ کرے اور قابل مشورہ چیزوں میں مشورہ نہ کرے ان چیزوں کو مشورہ سے خارج کر کے صرف اپنے اوپر منحصر کر دے تو اس کا حاصل کیا ہو گا؟ نتیجہ کیا نکلے گا؟ نتیجہ یہ نکلیگا کہ بھائی! مشورہ ہوتا ہے صرف انتظام میں، کام؟ کام تو سیرت کا تابع ہے؛ یعنی 'سعد' کا تابع ہے۔ سعد کا انتخاب سعد کا اجتہاد، سعد کی فہم اور سعد کے معلومات کے تابع ہے۔ نام ہے 'سیرت کا تابع ہے'، دراصل سعد کا تابع!

انصاف سے سنئے، انصاف سے غور فرمایئے! اگر اعمال دعوت اور امور شریعت میں مشورہ کی ضرورت نہیں تو ان چیزوں میں مولانا سعد کی ضرورت کیوں پڑتی ہے؟ اگر ان چیزوں میں مولانا سعد کی ضرورت پڑتی ہے تو ان چیزوں میں مشورہ کی بھی ضرورت پڑے گی۔ یہ کیا نیا قاعدہ ایجاد کیا کہ ذمہ دار کی ضرورت ہے مگر مشورے کی ضرورت نہیں!!

وقت نہیں ورنہ ان شاء اللہ تفصیل سے عرض کرتا کہ کام کو سیرت پر لانے کے نام سے جو کچھ نیا اضافہ یا جو کچھ تبدیلی لائی گئی سب کا حاصل یہی ہے کہ یا تو متعلقہ دیگر روایات سے بے خبری، یا منکر و معلول کو صحیح سمجھنا یا روایت کا مفہوم غلط سمجھنا اور

اصول فقہ میں دسترس نہ ہونے کی وجہ سے غلط استنباط میں واقع ہو کر کسی مباح کو ممنوع اور کسی اور مباح کو فرض یا واجب کہنا، مجھے معلوم نہیں کہ سیرت کے نام پر ان کی متنازع فیہ تجدید میں کوئی مثال ان صورتوں سے باہر پائی جاتی ہو، کسی کے پاس ہو وہ بتا سکتے ہیں۔

پھر یہ بھی تو سوچنا چاہئے کہ وہ کن کے مقابلے میں تجدید کا دعوی کر رہے ہیں، اور اس دعوی کے در پردہ شعوری یا غیر شعوری کن کی تجہیل یا تضلیل کر رہے ہیں!

تو ہم دعا کرتے ہیں اللہ تعالی حضرت مولانا سعد صاحب کو فکری بے راہ روی سے محفوظ رکھے۔ یہ میرا لفظ نہیں "فکری بے راہ روی" آپ کو معلوم ہے، دار العلوم دیوبند کی جو آخری وضاحتی تحریر ہے اس میں یہ لفظ ہے، "فکری بے راہ روی" اس کا شکار ہو گیا مولانا سعد صاحب فکری بے راہ روی سے واپس آئیں گے پھر ہی ان پر اطمینان ہو سکتا ہے، اللہ تعالی انہیں اس فکری بے راہ روی سے واپس لائے! ہم ان کے لئے دعا کرتے ہیں اور جو لوگ ان کے اطاعت کے نام سے ۔۔۔، آپ کے یہاں کیا اصطلاح ہے معلوم نہیں، ہمارے یہاں تو اصطلاح بنا دیا "اطاعتی"، جب تک اکابر ثلاثہ تھے اور کام تھا صحیح نہج پر، اس وقت یہ نام نہیں تھا، اب جب غلط راستے پر جانے لگے تو اب اطاعتی نام آگیا، یعنی جب اطاعت کے اصول موجود تھے، معیار موجود تھا، اس وقت نام نہیں آیا سامنے، اب جب اطاعت کا معیار ختم ہو گیا، اب تاکید کی جارہی ہے شخصی اطاعت کی اور مکان کی اطاعت کی، انا للہ، شریعت کا حکم تو یہ ہے کہ "انما الطاعۃ فی المعروف" یہ نہیں کہ غیر مجتہد اجتہاد شروع کر دے، یہ نہیں کہ فکری بے راہ روی کی بنیاد پر یکے بعد دیگر نئی باتیں، نیا نیا شوشا چھوڑ تا جائے کوئی، اور سب خاموش رہے، اور کہنے لگے کہ بھائی اطاعت واجب ہے، یاد رکھیں یہ طرز فکر اور یہ طریق کار بالکل خلاف شریعت ہے۔

اب یہ لوگ کہنے لگے کہ: 'کفر بواح' سے پہلے خروج جائز نہیں! معلوم نہیں کہ ان کو اس مسئلہ کی حقیقت بھی معلوم ہے کہ نہیں، پہلی بات یہ کہ یہ مسئلہ ہے کس امیر کے بارے میں؟ یہ ہے امیر المومنین اور سلطان وقت کے بارے میں، دوسری بات یہ ہے خروج علی الأمیر اور خروج من عند الأمیر إظهارا للبراءة من منكراته وأهوائه دونوں ایک بات نہیں، اور نہ ان دونوں کا حکم ایک ہے، تیسری بات یہ ہے کہ کفر بواح سے پہلے خروج علی السلطان اگرچہ ناجائز ہے لیکن بشرط قدرت اس پر زبانی نکیر واجب ہے، أفضل الجهاد كلمة حق عند سلطان جائر یہ حدیث کسے معلوم نہیں، جہاں تک اطاعت کا مسئلہ ہے تو شریعت میں إنما الطاعة في المعروف کا قاعدہ کلیہ بڑے سے بڑے خلیفة المسلمین کے بارے میں بھی جاری ہے۔ الغرض یہ لوگ خلط مبحث کرتے ہیں، ہمیں جاننا چاہئے کہ خروج کا مسئلہ نفیا یا اثباتا کسی تحریک کے امیر کے بارے میں زیر بحث نہیں آیا، خروج کا مسئلہ امامت عامہ اور خلافت وامارت قاہرہ کے بارے میں زیر بحث آیا ہے، کسی تحریک یا جماعت کی امیر کی بارے میں خروج علی الائمۃ کا مسئلہ منصوص ہے ہی نہیں!

دیکھو کہاں سے اٹھا کر لے آیا۔ امیر المؤمنین اور خلیفۃ المسلین کے خلاف خروج کا مسئلہ لے آئے یہاں دینی جماعت کے دینی ذمہ دار کے بارے میں۔ پھر مزید تحریف کر کے خروج کی ممانعت کو مطلق نکیر پر جاری کر دی، کہ خروج علی الأمیر ممنوع تو ان کے منکرات اور ان کے شذوذ پر نکیر بھی ممنوع! کسی دینی جماعت کے دینی ذمہ دار کے یہاں تو منہاج اہل السنہ سے باہر کچھ بھی کہے وہاں روکنا ضروری ہے، ورنہ شریعت کی تحریف لازم آئے گی۔

یہاں ضمنا یہ بھی عرض کر دوں کہ الخلافۃ علی منہاج النبوۃ اور امارت عادلۃ ختم ہو جانے کے بعد امراء کا اصل کام دینی رہبری نہیں رہی، لوگ سمجھ گئے کہ یہ دینی رہبری کے لائق نہیں ہیں۔ دینی رہبری لوگ لیتے ہیں ائمہ سے، علماء اور صلحاء سے۔ اور انتظامی امور رہ گئے امراء وسلاطین کے لئے، جیسے راستے بناؤ، سڑک بناؤ، پل بناؤ، کسی پر ظلم ہو رہا ہے اسے ظلم سے بچاؤ، اب یہ انکا اصل کام ہے، اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ کام جو وہ کر رہا ہے ضروری ہیں، اس کے خلاف خروج نہ کرو، رہا اطاعت کا مسئلہ تو شریعت کا حکم یہ ہے کہ انما الطاعۃ فی المعروف، معروف چیز میں ان کی اطاعت کرو، لیکن دینی امور، شرعی احکام، دینی رہبری وہ قابل اقتداء علماء اور قابل اقتداء صلحاء سے لو، تو امراء وسلاطین کے خلاف خروج نہ کرو! کیونکہ ان سے فائدہ ہو رہا ہے، نظم وضبط اور انتظام کا فائدہ ان سے ہو رہا ہے، اس لئے ان کے خلاف خروج نہ کرو جب تک وہ کفر بواح کا ارتکاب نہ کرے، یہ مسئلہ ہے امیر المؤمنین اور خلیفۃ المسلین کا مسئلہ، لیکن افسوس کہ اس کو لے آئے دینی تحریک کے دینی ذمہ دار کی بارے میں، یہ تحریف ہے، مگر ان تحریف کرنے والوں نے نہیں سوچا کہ جن کے خلاف کفر بواح کے بغیر خروج جائز نہیں ہے، انکی بھی تو اطاعت جائز نہیں غیر معروف میں۔ منکر میں امیر المؤمنین، خلیفۃ المسلمین کی اطاعت بھی بالکل جائز نہیں؛ انما الطاعۃ فی المعروف۔ یہ الگ بات ہے کہ کسی خلیفۂ راشد نے معاذ اللہ کسی منکر کا حکم ہی نہیں کیا ہے۔

لیکن یہ لوگ تو ہمارے یہاں دینی جماعت کے دینی ذمہ دار کی اطاعت کو بھی مطلق قرار دے رہے ہیں!! کیا کیا نئے نئے مسائل بنا رہے ہیں! بات یوں بھی واضح ہے، کیونکہ کفر بواح تک خاموش رہے تو وہ دین کو مسخ ہی کر دے گا، کفر بواح سے پہلے تک جتنی گمراہیاں ہیں سب بیان کرتے رہیں گے ایک ایک بار ایک ایک بات آتی رہے گی، سب خاموش، کیونکہ کفر بواح تو نہیں ہوا اب تک، فرمائیے کہ دین کی تبدیل وتحریف کی اس سے زیادہ خطرناک صورت اور کیا ہو سکتی ہے!

اللہ تعالی ہمیں صحیح سمجھ عطا فرمائے، میں نے پہلے ہی کہا، اشتعال انگیز باتوں سے پرہیز کریں اور الساکت عن الحق بننے سے بھی پرہیز کریں! حق کہیں، لیکن حق طریقے سے کہیں! زبان درازی، سب وشتم، استہزاء، تمسخر، تنابز بالالقاب ان چیزوں سے ہم بچیں، بہتان سے بچیں، لیکن حق باتوں کو حق طریقہ سے صحیح طریقے سے کہنا ہے، منوانا ہمارا کام نہیں، سنجیدگی کے ساتھ کہتے جانا اور خود حق پر جمے رہنا یہ ذمہ داری ہے ہماری۔

ہاں بات لمبی ہو گئی، دار العلوم دیوبند کی اس تحریر میں بتایا گیا کہ رجوع کے بعد بھی مولانا محمد سعد صاحب کی فکری بے راہ روی سے صرف نظر نہیں کیا جا سکتا، اس لئے کہ کئی بار رجوع کے بعد بھی وقتاً فوقتاً مولانا کے ایسے نئے نئے بیانات موصول ہو رہے

ہیں، جن میں وہی مجتہدانہ انداز، غلط استدلالات اور دعوت سے متعلق اپنی ایک مخصوص فکر پر نصوص شرعیہ کا غلط انطباق نمایاں ہیں، جس کی وجہ سے خدام دار العلوم ہی نہیں بلکہ دیگر علمائے حق کو بھی مولانا کی مجموعی فکر سے سخت قسم کی بے اطمینانی ہے۔

آگے فرمایا: ہمارا یہ ماننا ہے کہ اکابر رحمہم اللہ کی فکر سے معمولی انحراف بھی شدید نقصان دہ ہے، مولانا کو اپنے بیان میں محتاط انداز اختیار کرنا چاہئے، اور اسلاف کے طریقے پر گامزن رہتے ہوئے نصوص شرعیہ سے ذاتی اجتہادات کا سلسلہ بند کرنا چاہئے، کیونکہ مولانا موصوف کے ان دور از کار اجتہادات سے ایسا لگتا ہے کہ خدانخواستہ وہ کسی ایسی جدید جماعت کی تشکیل کے درپے ہیں جو اہل السنۃ والجماعۃ اور خاص طور پر اپنے اکابر کے مسلک سے مختلف ہو گی۔۔۔

دار العلوم کی تحریر ۱۳/ جمادی الاولی ۱۴۳۹ھ (مطابق ۳۱ جنوری ۲۰۱۸ء) کی ہے، اس تحریر کے بعد اب تک ایک سال ہی تو گذرا ہے، اگر مولانا سعد صاحب حفظہ اللہ کے صرف اسی ایک سال کے بیانات سنے جائیں تو حیران ہونا پڑتا ہے کہ ان کا مجتہدانہ انداز حدود سے تجاوز کرتے کرتے کہاں تک جا پہنچا ہے، وفاق الہند کا مرتب کردہ مجموعہ "مولانا محمد سعد صاحب کے ۲۰۱۸ء کے چند بیانات علمائے کرام کی خدمت میں" پر نظر ڈالا جائے تو دار العلوم کی تشخیص کردہ امراض ثلاثہ کی بہت سی نظیریں ایک ساتھ مل جائیں گی۔

تو یہ سوال کہ مولانا سعد صاحب حفظہ اللہ کا اصل شذوذ کیا ہے اس سوال کا جواب مذکورہ بیان اور دار العلوم کی اس تحریر اور سابقہ تحریروں میں مذکور ہے، جس کا خلاصہ بندہ کی عبارت میں یہ ہے: قلت علم اور طبیعت کی آزادی کے باوجود اپنے دائرۂ علم سے باہر جاکر دخل اندازی کرتے ہوئے تجدید کرنے جانا اور وہ بھی مجتہدانہ انداز سے، یہی وہ اصل شذوذ ہے جس میں مبتلا ہونے کی وجہ سے شاذ اور منکر اقوال وآراء، اور غلط وگمراہ کن افکار و نظریات یکے بعد دیگرے مسلسل سامنے آرہے ہیں، اللہ تعالی ہمیں طریقۂ سلف پر ثابت قدم رکھے، اور ہر قسم کے شذوذ سے ہماری حفاظت فرمائے، اور جو حضرات شذوذ اختیار کئے ہوئے ہیں، ان کے لئے ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالی انکو راہ راست پر آنے کی توفیق عطا فرمائے، اللہ تعالی ان سب کو فکری بے راہ روی سے ہٹا کر راہ راست پر لے آئے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔